

رکشہ کی چھت پر سونے والا بوڑھا آدمی!

دودن پہلے، شادمان مارکیٹ جانے کا اتفاق ہوا۔ لاہور کی یہ مارکیٹ نسبتاً خوشحال لوگوں کی خرید و فروخت کیلئے مشہور ہے۔ یاد نہیں کہ پچھلی بار، اس مارکیٹ میں کب گیا تھا۔ ویسے کسی بھی پاکستانی بازار گئے ہوئے کافی عرصہ گز رچکا ہے۔ ایک وجہ تو لوگوں کے ہجوم سے اُکتاہٹ ہے۔ مگر بڑی وجہ حد درجہ بے ترتیبی اور بد تہذیبی سے آراستہ مردا و خواتین کی اکثریت ہے جو دیوانوں کی طرح نئے ملبوسات اور دیگر چیزوں پر جھپٹ رہے ہوتے ہیں۔ اسی ذاتی وحشت کے ساتھ ایک شوروم کے سامنے چند منٹ رُکنا پڑا۔ دائیں ہاتھ دیکھا تو ایک چنگ پھی رکشہ کھڑا تھا۔ بلکہ پوری رات کیلئے لنگر اندازو ز ہو چکا تھا۔ رکشہ میں کیا خاص بات ہو سکتی ہے۔ ویسے بھی عجیب شکل و صورت کے رکشے لاہور ہی نہیں بلکہ پورے پاکستان میں ہر جگہ موجود ہیں۔ مگر جس چنگ پھی رکشہ کی بات کر رہا ہوں، مکمل طور پر ایک گھر تھا۔ موڑ سائیکل اور رکشہ کے میں فریم کے درمیان پلاسٹک کے تین لفافے لٹکے ہوئے تھے۔ ان میں ذاتی سامان تھا۔ ایک کھونٹے پر پرانے کپڑے ٹنگے ہوئے تھے۔ رکشہ کے اندر دو حصے تھے۔ ایک حصے میں تربوز تھے اور دوسرے میں صندوق رکھا ہوا تھا۔ جو کچھ اب تک عرض کیا ہے اس میں کوئی بھی خاص بات نہیں ہے۔ مگر جب چنگ پھی کی چھت پر دیکھا تو حیران رہ گیا۔ ایک بوڑھا شخص لٹکی باندھے بڑے آرام سے سویا ہوا تھا۔ سارے بال سفید تھے اور چھوٹی چھوٹی سفید داڑھی تھی۔ چھت پر روئی کا گداب چھار کھا تھا۔ آنکھوں کی طرف دیکھا تو ایسے محسوس ہوا کہ ایک معصوم بچہ آنکھیں موند کے سویا ہوا ہے۔ ارڈ گر دگاڑیوں اور لوگوں کا ہجوم تھا۔ شور تھا۔ مگر وہ شخص ہر چیز سے بے نیاز رکشہ کی چھت پر سکون سے سویا ہوا تھا۔ یہ رکشہ صرف اسکا کاروبار نہیں بلکہ گھر معلوم ہوتا تھا۔ چھت اسکا بیڈ روم تھی۔ رکشہ کے اندر پڑے ہوئے تربوز اسکا بازار تھا اور کھونٹیوں پر لٹکا ہوا سامان اسکا کمرہ تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس شخص کی کل کائنات ہی رکشہ اور مسلک چیزیں تھیں۔ سیل فون سے تصویر کھینچنے کا خیال آیا۔ پھر سونچنے لگا کہ اجازت کے بغیر کسی کی تصویر کھینچنا آداب کے خلاف ہے۔ لہذا ارادہ ترک کر دیا۔ تھوڑی دیر دیکھا رہا، پھر آگے بڑھ گیا۔ یہ سب کچھ اسلیے لکھ رہا ہوں کہ یہ ہے ہمارا عام آدمی۔ یہ ہے ہماری عوام جسکی فلاں و بہبود کے ادنیٰ نعرے ہر سیاستدان مسلسل لگائے چلا جا رہا ہے۔ اس بوڑھے شخص کے پاس تورکشہ تھا، بینچے کیلئے تربوز تھے۔ یہ تو عام آدمی سے تھوڑی سی اوپر والی سطح پر سانس لے رہا تھا۔ عام آدمی تو غربت کی چکی میں اس طرح پس رہا ہے کہ اسکے شعور اور عزت نفس کی کرجیاں کر چیاں ہو چکی ہیں۔ ہاں، ایک اور بات۔ جس وقت میں شادمان مارکیٹ پہنچا تو پورے شہر میں گرد آلو د طوفان تھا۔ ضعیف شخص اسی گرد میں سانس لے رہا تھا، جس میں زہر آلو مٹی اور غلاظت موجود تھی۔ اس آدمی کو اس سے کوئی غرض نہیں تھی کہ اسکے ارڈ گر د کا ایک دھواں ہے۔ شام کا سے صاف ہوا کا دراک ہی نہیں تھا۔ لہذا آلو دگی اسکے لیے بے معنی تھی۔

صاحب! یہ ہے ایک عام سے آدمی کی اصل تصویر۔ جو کڑتی دھوپ میں بھی محنت مزدوری کرتا ہے۔ جو لوں کے تپھیریوں کی موجودگی میں بھی تعمیر ہوتے ہوئے گھروں میں راج گیری کرتا ہے۔ جو قہر آلو د و پھر میں بھی لوہے کے ٹکڑوں پر ضرب لگا کر مختلف حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ جو ہر تین موسوم کے سامنے کھڑا ہو کر فصل لگاتا بھی ہے اور کاشتا بھی ہے۔ جو پسندی اور دیگر سماحلی علاقوں میں کھڑے ہوئے

دیوقامت بحری جہازوں کو ہتھوڑے سے توڑتا ہے۔ وہ ہر ایسا کام کرتا ہے جس سے دو وقت یا شائد ایک وقت کی روٹی نصیب ہو جائے۔ اس طرح کے کروڑوں لوگ ہمارے ملک میں سانس لینے پر مجبور ہیں۔ نظام کے ناقص ہونے کا اندازہ لگائیجے کہ دس ہزار روپے، ماہانہ پر گھر بیو کام کرنے کیلئے ہزاروں نہیں، لاکھوں لوگ مل جاتے ہیں۔ یہ میرے دوستوں، اصل پاکستان کی ایک معمولی سی جھلک۔

یہ سب کچھ ایک طرف۔ صرف اس امر کا اندازہ لگائیجے کہ بائیکس کروڑ لوگوں کو سیاستدانوں، سرکاری بابوؤں، تاجرؤں اور دیگر اہم طبقوں نے کس کج بحثی میں بتلا کر دیا ہے۔ دس منٹ کیلئے کسی بھی ٹوی چینل پر نظر دوڑا یئے۔ دس منٹ اسلیے عرض کر رہا ہوں کہ کوئی بھی ٹوی چینل اس قابل نہیں کہ اسے مسلسل دیکھنے کی زحمت کی جائے۔ گھسی پٹی باتیں، وہی روزانہ نیا لباس پہن کر آنے والے عجیب و غریب سے مبصر اور وہی بودے سے دلائل۔ جمہوریت کو لے لیجئے۔ ایک طوفان برپا ہے کہ الیکشن ہونے جا رہے ہیں۔ بس 25 مئی کو ایک چھومنتر سا ہو گا۔ نئی حکومت آ جائیگی۔ لوگوں کے مسائل چکلی بھرتے ہی حل ہو جائیں گے۔ کوئی مسئلہ رہے گا، ہی نہیں۔ مگر یہ سب کچھ جھوٹ نہیں، بلکہ ایک عامیانہ فراڈ ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ ہمارے ملک میں غیر جانبدار الیکشن کروانے ممکن ہی نہیں۔ تمام انتظامی ڈھانچے سیاسی بنیادوں پر تقسیم ہو چکا ہے۔ لہذا جو بھی شفاف الیکشن کی بات کر رہا ہے، بنیادی طور پر غیر ذمہ دارانہ رویہ اپنائے ہوئے ہے۔ ملک میں کبھی بھی، کوئی بھی چنان و مکمل طور پر درست طریقے سے نہیں ہوا۔ لہذا، اب اس پر بحث ختم ہونی چاہیے۔ ویسے اب ہم نیوٹرل الیکشن کے نتائج تسلیم کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ ہمارے اندر انتاظر ف ہی نہیں ہے کہ کوئی بھی سیاسی قائد، ویسے قائد کا لفظ استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ کوئی بھی سیاسی لیڈر، اپنی ہار کو تسلیم کر سکے۔ کسی بھی لیڈر کو اٹھا کر پرکھ لیجئے۔ عام آدمی کے مصالہ سے اسکا دور دور کا بھی تعلق نہیں۔ صرف اور صرف ایک جعلی نعرہ لگاتا ہے کہ حکومت دو، میں تمہاری حالت درست کر دوں گا۔ مگر اصل مطلب صرف اور صرف اپنی مالی حالت کو آسودہ سے آسودہ تر بنانا ہے۔ اب تو حالت اس درجہ دگر گوں ہے کہ آپ گوگل پر دنیا کے کرپٹ ترین لیڈرؤں کی بابت پوچھیے تو اس میں سرفہrst پاکستان کے سیاستدانوں کا نام آتا ہے۔ یہ کیسی جمہوریت ہے جو ہمارے مسائل حل کرنے کی بجائے، ہمارے ملک کو فروخت کرنے کے کام آ رہی ہے۔ اس بد نصیب جمہوریت نے پورا پاکستان گروی رکھا ہوا ہے۔ مگر نہیں، ہم دیوانوں کی طرح بحث کر رہے ہیں کہ الیکشن ہی ہمارے تمام مسائل کا حل ہے۔ اسکے بعد ہمارے ساتھ جو کچھ ہوتا ہے اسے خدا کی مرضی سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں۔ دلیل کی بنیاد پر عرض کروں گا کہ ایک نیم مردہ الیکشن کمیشن اور ایک سیاسی طور پر تقسیم انتظامیہ کی موجودگی میں الیکشن ایک خوفناک خواب کی تعبیر ہو گا۔ ابھی تو ہمارے ٹوی ڈیٹیشن، ریڈ یوٹیشن، ائیر پورٹ، موڑوے اور قیمتی اشائیں رہن رکھ کر قرضہ لیا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ صرف دو مہینے کے بعد، ہمارے مردوں کو گروی رکھ کر پسے وصول کیے جائیں۔ مذاق کی بات نہیں ہے۔ آپ خود چند ماہ بعد اس انہوںی کو ہوتا دیکھ لینیگے۔ قطعاً یہ عرض نہیں کر رہا کہ جمہوریت ایک ناقص نظام ہے یا الیکشن نہیں ہونے چاہیے۔ مگر تطہیر اور کڑے اختساب کے بغیر چنان و میں جانا عملی خود کشی ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ ہمیں اس خود کشی کرنے پر تیار کیا جا چکا ہے۔

ہمارے پاس لیڈر تو خیر ہے ہی نہیں۔ مگر کیا واقعی معاشرے میں جاری بحث ہمارے اصل مسائل کی طرف ایک درست قدم ہے۔ تین مثالیں دینا چاہتا ہوں۔ ریٹائرڈ جنرل اسد درانی جو کہ بیس چھپس برس پہلے فوج سے نکال دیے گئے، جو ہر منصب سے بے

تو قیر ہو کر نکلے۔ کیا انکی اور ایک ہندوستانی ریٹائرڈ جنرل کی کتاب، واقعی عام آدمی کیلئے بہت اہم ہے۔ آئی ایس آئی اور را کے حنوٹ شدہ سربراہان اگر کوئی نقطہ نظر بیان کرتے ہیں تو اس میں لوگوں کیلئے کیا اہم بات ہے۔ کیا اس بحث سے لوڈ شیڈنگ میں ایک لمحے کی بھی کمی آ جائیگی۔ نہیں۔ بالکل نہیں۔ مگر اس پر سینکڑوں گھنٹے بحث درجت ہوتی رہی۔ اسکا انجام جو کچھ بھی ہو۔ یہ قطعاً ہمارے مسائل کو حل کرنے میں مدد نہیں کر سکتی۔ ریحام خان کی کتاب کی طرف آئیے۔ اس نے کچھ بھی ایسا نہیں لکھا، جو اسکے نزدیک غلط، سچ یا جھوٹ ہو۔ انتہائی عام میانہ پن رو یہ رکھنے والی ادھیر عمر عورت، جس کا تعارف ہی نامور سیاستدان کی مطلقاً بیوی ہونا ہے۔ وہ اگر گند نہیں لکھے گی تو کیا یونانی فلسفہ پر کمنٹری کر سکتی۔ تعصباً کے بغیر بتائیے، کہ کتاب پر جولا حاصل بحث برپا ہے، اس کا عام آدمی سے کیا تعلق ہے۔ یہ تو ایک ذاتیات کی جنگ اور سیاسی بساط کی رسوا کرن پالیسی ہے جو ملک کی اشرافیہ کا دستور ہے۔ اس پر بحث کیوں کی جائے۔ میری نظر میں تو یہ قبل توجہ بات ہے ہی نہیں۔ مگر نہیں، ہم نے پورے ملک میں یہ جان پیدا کر دیا۔ اس سے صرف بازاری پن چھلک رہا ہے۔ تیسرا بات۔ یہ زلفی بخاری کوں ہے۔ یہ کہاں سے اتنا اہم ہو گیا کہ اسے ٹوپی وی سکرین پر توجہ دی جائے۔ وہ ای۔ سی۔ ایل پر تھا یا بلیک لسٹ میں تھا۔ عمرہ کرنے گیا نہیں گیا۔ جہاڑ علیم خان کا تھا یا کرانے کا تھا۔ یہ ہمارے لیے کیونکرہم ہو گیا۔ مگر نہیں۔ ایک قیامت برپا ہے۔ ملک میں ڈالر 124 روپے کا ہو گیا۔ معیشت بر باد ہو گئی مگر اس پر کوئی بحث نہیں۔ کوئی گریہ نہیں۔ مگر ایک عمرہ، زلفی بخاری اور جہاڑ ازحدا ہم ہو گئے۔ بہر حال، یہ بھی ایک ایسا ایشوتھا جسکی کوئی عملی حیثیت نہیں۔ پورے ملک میں ایک طوفان برپا کر دیا گیا۔ طالب علم کی نظر میں یہ سب کچھ ثابت کرتا ہے کہ ہم ایک غیر سنجیدہ قوم ہیں۔ اصل حقوق کی طرف سوچنا تو درکنار، دیکھنا تک پسند نہیں کرتے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اکثر پولیس تھانوں میں آج بھی لوگوں پر نیہمانہ تشدد کیا جاتا ہے۔ ہمارے روی میںواہکار، ملکیتی فرد نکلوانے کے مونہہ مانگے پیسے وصول کرتے ہیں۔ جائیداد کے انتقال میں ہر سرکاری اہلکار خوب رشوت وصول کرتا ہے۔ جعلی دوائیاں دھڑلے سے پچی جاتی ہیں۔ اگر کوئی انہیں ہاتھ ڈالے تو کیمسٹ ہڑتاں کر دیتے ہیں۔ سبزیوں کو زہر آسودگانی سے اگایا جاتا ہے اور پھر خوبصورتی سے سجا کر فروخت کیا جاتا ہے۔ سرکاری نکلوں سے لوگ گند اپانی پینے پر مجبور ہو چکے ہیں۔ سرکاری ہسپتاں اجل کے فرشتے کی زمینی نشانیاں ہیں۔ سنجیدگی سے دیکھیے تو عام آدمی ہر طرف صرف اور صرف موت خرید رہا ہے۔ کہیں اپنی مرضی سے اور کہیں دوسرے کی مرضی سے۔ میری نظر میں یہ تمام سسٹم بوسیدہ اور بد بودا رہے۔ مجھے ایک ایسے منصفانہ نظام کی آرزو ہے جو چنگ چی رکشے کی چھت پر سونے والے بوڑھے آدمی کے مسائل کو حل کر سکے۔ مگر یہ صرف ایک خواب ہے۔ ایک ایسا خواب، جسکی تعبیر ازحد در دنکا ہے۔

راو منظر حیات